Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

سرائیکی زبان کی ترقی میں عہد سومرہ سے عہد تالپور تک مقامی حکومتوں کا کردار

*** Dr. Hafiz Muhammad Fiaz , ** Dr. Ayaz Ahmad Rind, ***Dr. Waseem Abbas Gul**

*Lecturer Saraiki BZU, Multan, fiazmuhammad1@gmail.com
**Visiting Lecturer GU, DGK, Ayazahmadayaz00@gmail.com
***Lecturer Urdu GU, DGK, waseemabbasgul786@gmail.com

ABSTRACT

This paper primarily deals with the growth and development of the Saraiki language after the Muslim conquest in Sindh. Muhammad Bin Qasim defeated Raja Dahir in 712 A.D. After him several local dynasties formed in Sindh to Multan and Derajat i.e. Somras, Qramtian, Kalhoras and Talpurs. There is common perception that all these were Saraiki speaking people and they played a significant role in the growth of this language. Although Saraiki is considered an ancient language of Indus Valley along with Sindhi as it is said that Saraiki is the real sister of Sindhi.Dravadians seem to have the greatest influence on Saraiki as a whole. But after the arrival of Muslims, the government of these local families had a profound effect on the development of Saraiki. This article highlights the role played by these family governments in the development of Saraiki.

Keywords: Saraiki, Indus, Muslims, Somras, Talpurs, Language, Growth etc.

تعارف

یہ تحقیقی مضمون سرائیکی زبان کی ترویج سے متعلق موضوع کی وضاحت پر مشتمل ہے جس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ مسلمانوں کی سندھ میں آمد کی بعد یہاں کی مقامی زبانوں کو کیسے فروغ ملا؟ ان مقامی زبانوں میں اس خطے کی علاقائی زبان جو پہلے مختلف ناموں سے پہچانی جاتی تھی آج سرائیکی کے نام سے اپنی شناخت رکھتی ہے اس کے فروغ میں مقامی حکمرانوں نے جو کردار ادا کیا اس کو جانچا گیا ہے کہ کس طرح اس زبان کے فروغ کیلئے انہوں نے کوششیں کیں۔ سرائیکی زبان کی ترویج مختلف ادوار میں جاری رہی مگر سندھ کے سومروں اور تالپور حکمران کے بارے میں موئرخین و محققین کی یہ رائے ہے کہ انہوں نے سرائیکی کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ اس مضمون میں اسی مفروضے پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

تحقیقی طریقہ کار

تجزیاتی لحاظ سے کیا جانا والا یہ تحقیقی مقالہ تاریخی طریقہ کار کے تحت کیا گیا ہے اور اس تحقیقی موضوع کی تکمیل کیلئے اقداری انداز تحقیق اپنایا گیا ہے۔ بیشتر معلومات کا تعلق موضوعی مطالعہ سے ہے لہذا اس کو مستعد بنانے کیلئے تاریخی حوالہ جات سے مدد لی گئی ہے اور اس کیلئے پرائمری اور ثانوی ماخذات کتب، رسالے، اداریے، اخبارات اور مختلف تحقیقی مضامین سے مدد لی گئی ہے۔

ادب کا مطالعہ

کسی بھی تحقیق کے معیار کا انداز اس میں استعمال کیئے جانے والے ماخذات سے لیا جاتا ہے۔ جس کی بنیاد پر تحقیق میں اٹھائے جانے والے سوالات کا معقول و مدلل جواب تلاش کیا جاتا ہے۔ اس مضمون کی تیاری میں جن بنیادی کتب سسے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان میں سرائیکی زبان و ادب، سرائیکی ثقافت، لسانیات پاکستان، پاکستان کا لسانی جغرافیہ، سرائیکی ادب پندھ تیں ٹور، سرائیکی شناخت کا اثر، ملفوظات، سرائیکی خزانہ، سرائیکی زبان، پاکستانی ثقافت، پاکستانی معاشرہ اور ثقافت، تاریخ لیہ، تاریخ سندھ، تاریخ سومرہ سندھ، سندھی قرامطہ، سرائیکی دیس، تاریخ مظفر گڑھ، تاریخ ڈیرہ غازی خان، تاریخ راجن پور، ملتان لنگاہ دور میں اور گل بہار سمیت کئی ثانوی کتب، رسائل اور آرٹیکل شامل ہیں جن سے اسے تحقیقی مضمون کی تیاری میں مدد لی گئی ہے۔

موضوع پر بحث

سرائیکی زبان کی قدامت اور اس خطے میں اس کے وجود کی کہانی بہت پرانی ہے۔ مگر اس کا جو تحریری مواد ملتا ہے وہ کافی پرانا ہے۔ شوکت مغل کے خیال میں قدیم پدوں کے اندر بھی سرائیکی زبان کے شواہد موجود ہیں جو بدھوں کے دور کے ہیں۔ یہ تعداد میں کل پچاس ہیں۔ پد سے مراد حمد ہے۔[1] وسطی پاکستان میں اکثریتی آبادی کی طرف سے بولی جانے والی سرائیکی زبان کا آغاز ہزاروں سال پہلے ہوا مگر اس زبان کی قدامت کا احاطہ کرنا اور کوئی مختص وقت مقرر کرنا ممکن نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دراوڑوں کے دور سے یہ موجود چلی آرہی ہے۔ بعض اس زبان کو بگڑی ہوئی دراوڑی کہتے ہیں تو بعض کے خیال میں یہ پشاچہ قبیلے کی بگڑی ہوئی زبان ہے۔ اس لئے کوئی متفقہ رائے قائم کرنا ممکن نہیں کہ اس زبان کا آغاز واحیاء کس زمانے اور وقت سے ممکن ہوا۔ کیونکہ آریاء کی وادی سندھ میں آمد کے وقت اس زبان کے خدوخال کے موجود ہونے کی کچھ شہادتیں ملتی ہیں جس کی بدولت اس زبان کا شمار دنیا کی قدیم زبانوں میں کرنا ممکن ہوا۔ مسلمانوں کی آمد سے پہلے سرائیکی اس نام سے تو معروف نہیں تھیں البتہ اپنا بکھرا وجود شناخت رکھتی تھی۔ اسی طرح سرائیکی اوچ اور ملتان کے علاقے میں زمانہ قدیم سے اپنا ایک الگ وجود رکھنے والی زبان ہے۔ اس زبان کی وجہ سے ملتان لسانی وحدت پر مشتمل الگ صوبہ تھا۔[2] مقامی لوگ سندھی کے ساتھ جو دوسری زبان بولتے تھے وہ یہی سرائیکی تھی۔ بعض کے خیال میں یہ سندھی تھی اس کا شمالی لہجہ تھا لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ مسلمانوں کی آمد کے بعد سے لیکر اب تک اس خطے میں سرائیکی اور سندھی کے حوالے سے کوئی بڑی لسانی تبدیلی نظر نہیں آئی عربوں کی آمد کے بعد اس خطے میں اس زبان کی ترویج واشاعت کی مختلف بکھری ہوئی معلومات ملتی ہیں۔ سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جو سرائیکی ہے یہ کوئی زبان ہے یا کوئی قوم؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقل فہم اور مختلف دانشور اور ماہرین لسانیات کے مطابق، قوم اور زبان کا تعلق ایک دوسرے سے ھوتا ھے، قوم کے بغیر زبان وجود میں نہیں آتی اور زبان کے بغیر قوم کا وجود نہیں ھوتا۔ الغرض دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں جسکی زبان نہ ھو، جیسے سندھی قوم کی سندھی زبان، پختون قوم کی پشتو زبان ھے اور دنیا میں کوئی ایسی زبان نہیں جسکی کوئی قوم نا ھو، انگلش جن کی مادری زبان ھے وہ انگریز کہلاتے ھیں، عربی جن کی مادری زبان ھے وہ عرب کہلاتے ھیں، پنجابی جن کی مادری زبان ھے وہ پنجابی قوم کہلاتے ھیں اسی طرح سرائیکی جن کی مادری زبان ھے وہ سرائیکی قوم کہلاتے ہیں۔ جبکہ میمن سندھی

Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

کا خیال ہے کہ یہ شمالی سندھی سرو سرائے یا سرائی کہلائی جانے والی زبان وسیع علاقہ رکھتی تھی جس میں ملتان سمیت موجودہ دور میں کہلائے جانے والا سرائیکی خطہ ہے جس کی حدود میں پورا جنوبی پنجاب شامل ہے۔[3] قوم اور قومیت کا تعلق تین چیزوں سے ھوتا ھے، پہلا مادری زبان، وہ زبان جو نسل در نسل سے چلی آرھی ھو، دوسرا ثقافت جس کا تعلق زبان سے ھوتا ھے، ثقافت میں رہن سہن، شعروشاعری، موسیقی، ادب وغیرہ آتا ہے۔ اگر مادری زبان سرائیکی ھوگی تو ثقافت بھی سرائیکی ھی ھوگی، مادری زبان سرائیکی ہو تو ثقافت بلوچی، پنجابی، سندھی نہیں ھو سکتی، کیونکہ مادری زبان سرائیکی ھوتے ھوئے پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو ادب، موسیقی، فنون لطیفہ وغیرہ اس طرح سمجھ نہیں آئیں گے جس طرح مادری زبان میں سمجھ آتے ہیں۔ تیسری چیز ھے خطہ، زبان اور ثقافت کا تعلق خطے سے ھوتا ھے، اگر آپ کا خطہ سرائیکی ھے تو آپ قدرتی طور پر سندھی، پنجابی، بلوچی، پشتو زبان اور انکے ثقافت کو سمجھنے کی بجائے اسی خطے کو ترجیح دیں گے جہاں آپ آباد ہوں گے۔[4] بعض محققین کا یہ خیال ہے کہ عربوں کی آمد کے بعد جب سندھ کے علاقوں کی تقسیم ہونا شروع ہوئی اور سندھی حکمرانوں کی حکومت ختم ہوئی تو شمالی علاقے سے لے کر ملتان تک کے علاقے تک سرائیکی زبان بولنے والوں کی اکثریت نے اس زبان کے علیحدہ تشخص کو قائم رکھا جن کا جداگانہ تشخص آج بھی قائم ودائم ہے۔ اس کے باوجود آج بھی کہا جاتا ہے کہ سرائیکی زبان پر سندھی زبان کے بہت گہرے اثرات آج بھی موجود ہیں۔ اسی طرح شمالی سندھ سے لے کر ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقوں کے لوگوں کے متعلق قیاس کیا جاتا ہے کہ ان کی زبان ہمیشہ سرائیکی رہی ہے۔ گویا جہاں اس زبان نے سندھی کے برعکس اپنی جداگانہ حیثیت کو قائم ودائم رکھا وہیں انہوں نے شمال میں پنجابی کے ساتھ بھی اپنی جداگانہ حیثیت کو قائم ودائم رکھا۔[5] اس کا امکان بھی غالب نظر آتا ہے کہ جہاں سندھی کے سرائیکی پر اثرات ہیں وہاں سرائیکی زبان کے بھی سندھی کے اوپر اثرات نمایاں ہیں۔ عربوں نے مقامی ثقافت پر بہت گہرے اثرات مرتب کئے۔ ملتان اور اوچ پر قبضے کے بعد عربی وفارسی بے شمار الفاظ سرائیکی زبان میں شامل ہوئے اور موجودہ رسم الخط کو خطہ ملتان میں فروغ ملا۔6 یہ کہا جاتا ہے سرائیکی زبان کا آغاز قدیم دور میں دریائے سندھ کے کنارے آباد ہونے والے لوگوں نے کیا جن میں کیہل ذات کے لوگ اور مور نمایاں تھے یہ دریا کے نزدیک رہ کر مچھلیاں پکڑتے تھے۔ قرامطہ ملتان کے زمانے میں جب حضرت لعل عیسن کروڑ تشریف لائے تو ان کے ملفوظات کے مطابق یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا جاؤ دریا سے مچھلیاں پکڑو اور گزارہ کرو۔ یہ لوگ وہاں سے دریا پر آئے اور بیشمار مچھلیاں دیکھیں۔ اور حضرت لعل عیسن کا نام پکارنے لگے اور ان کی کرامت کے گُن گانے لگے۔ اور یہ بات مشہور ہوئی "لعلن آیا کچھی ہک حصہ پانی ڈوحصے مچھی"[7] اس وقت جنوبی پنجاب میں جو زبان بولی جاتی ہے اسے مقامی الفاظ میں جٹاکی کہتے تھے۔ اس زبان کو ملتانی، ریاستی، بہاولپوری اور لہندا بھی کہا جاتا تھا۔ پاکستان کے قیام کے بعد اس زبان کو پنجابی دانشوروں میں پنجابی کا لہجہ بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ مردم شماری کی رپورٹوں میں دکھایا گیا ہے۔ لیکن 1961 میں اس زبان کے دانشوروں نے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا کہ اس زبان کا غیر متنازعہ نام سرائیکی ہے، اب اس زبان کو سرائیکی کہا جاتا ہے۔[8] کچھ مورخین کا یہ بھی خیال ہے کہ سرائیکی اور سندھی کی جداگانہ حیثیت اس وقت قائم ہوئی جب ملتان کو سندھ سے باقاعدہ طور پر الگ کر دیا گیا اور یہ عربوں کے سندھ میں زوال کے بعد ہوا۔ عام طور پر یہ قرامطہ کے دور کا واقعہ ہے جب جلم بن شعبان قرامطی ملتان کا حکمران تھا۔ [9]

سومرے

سلیمان ندوی کا خیال ہے کہ عربوں کی آمد کے بعد جب ان کی زبان عربی سب سے پہلے جس زبان کے ساتھ ملی وہ سندھی اور ملتانی تھی یہ دو مختلف علاقوں میں رائج تھیں اور دونوں مختلف زبانیں تھیں۔ چونکہ سومرہ حکمران مقامی تھے اور ان کا تعلق سندھ تا ملتان تک تھا تو سرائیکی زبان کو سرکاری سرپرستی میں عروج حاصل کرنے کا موقع ملا۔ یہ بھی تاثر ملتا ہے کہ سومروں کی سرکاری زبان ہی سرائیکی تھی۔[10] بقول ڈاکٹر صدیقی سومرہ خاندان میں مقامی قبائل جہاں مسلمان ہوئے تو ان میں بھٹی قبیلہ جو کہ راجپوت ہونے کا دعوی کرتا ہے اس کی زبان سرائیکی تھی انہوں نے سرائیکی کو سندھ اور ملتان میں پھیلایا اور پہلا موقع تھا کہ سرائیکی کو سرکاری سرپرستی میں پنپنے کا موقع ملا۔ قرامطہ نے ملتان پر قابض ہو کر اپنے عقائد کو بھی خوب پھیلایا۔[11] ان کے مطابق سومرہ حکمران اپنی ماں بولی کو سرکاری زبان قرار دے کر اس کے سرپرست اور مربی بن گئے جو یقیناً اس زبان کے فروغ میں معاون ثابت ہوا۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ جب ملتانیوں نے قرامطہ کا مسلک قبول کر لیا اور سندھ پر حکومت کرنے لگے تو ان کی بھی زبان سرائیکی تھی اور انہوں نے اپنے حلیفوں یعنی سومروں کے ساتھ ملکر اس زبان کو ترقی دی اور اس کو سندھ وملتان کی سرکاری زبان کا درجہ دیکر اس کی سرپرستی کی۔ قرامطہ کی حکومت ملتان پر طویل عرصہ رہی اور انہوں نے اس دوران ملتانی زبان و ادب کو فروغ دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ [12]

کلہوڑے

جب اس خطے پر درانیوں نے قبضہ کر لیا تو پھر درانی عہد میں سولہ افراد بطور حاکم اور گورنر بنے جن کا دورانیہ سال، دو سال یا چھ ماہ تھا پھر ڈیرہ غازیخان بھی ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور رنجیت سنگھ نے ڈیرہ جات کو قبضہ میں لے لیا۔ کلہوڑا عہد میں سرائیکی بطور جاٹکی مشہور زبان بن گئی سندھی اور سرائیکی خوب پھلی پھولی۔ سندھی کے بہت سارے الفاظ سرائیکی میں بھی اسی دور میں شامل ہوئے۔ جو پنجابی میں موجود نہیں۔ جیسے اوبرائن کا خیال ہے کہ یہ سارے سرائیکی کے الفاظ ہیں۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی یہ زبان بولی جانے لگی بقول چرن چیت وہاں کے لوگ اس کو خاص طور پر بولنے لگے جبکہ اس کے برعکس پشتو کو مہذب نہیں سمجھا جاتا تھا [13] ڈیوس کا خیال قدرے مختلف ہے اس کے خیال میں مقامی حکمرانوں اور مقامی آبادی کی کثرت اس زبان کی ہمنوا تھی جس کے باعث یہ زبان ترقی کرنے لگی۔ حتیٰ کہ ڈیرہ جات کے بلوچوں میں سرائیکی بولنے کا رواج بڑھنے لگا۔ جس کی وجہ معاشرتی ہم آہنگی تھی جبکہ دیہاتی علاقوں میں بھی بلوچوں کی آبادکاری کے باوجود قبائلی روایات جاری رہیں یہ زبان اس دور میں سماجی زندگی کی علامت بن گئی ۔ [14]

“In its west language this language was bordered with Balochi and in east it was mixed with the Hindi while in south it was replaced and it was difficult to tell exactly itsSaraiki originated and various languages grew in South Asia and Saraiki was one of them. It had different dialect, pronunciation and culture than other languages.”[15]

الغرض کلہوڑوں نے اپنے دور میں مقامی معاشرت اور زبانوں کو خوب ترقی دی جس میں سندھی کے ساتھ ساتھ سرائیکی زبان خوب پھلی پھولی۔ اس کے ادب کو حکومتی سرپرستی میسر آئی۔ مگر درانیوں کی یلغار کے ساتھ ہی کلہوڑا حکومت اختتام پذیر ہوئی۔ میاں عبدالنبی کلہوڑا آخری حکمران ثابت ہوا۔ کلہوڑوں کے عہد میں سرائیکی پورے ڈیرہ جات میں بولی جانے لگی اور یہ زبان ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی بولی جانے لگی۔ کلہوڑا عہد تمدنی زندگی کا بھرپور اظہار تھا۔[16]

تالپور

Vol.5 No. 2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اگر سندھ کے تالپور حکمرانوں کی بات کی جائے تو انہوں نے اپنی حکومت کے دوران سرائیکی کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا تالپور حکمران خود سرائیکی زبان بولتے تھے اور اس کی مختلف مواقعوں پر حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ تالپور فوج بھی زیادہ تر سرائیکی لوگوں پر مشتمل تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تالپور بلوچی بولتے تھے تو بات کسی حد تک آغاز میں ممکن ہو سکتی ہے۔ مگر بعد میں اس پورے بلکہ تالپوروں کی حکومت کے چاروں حصوں میں سرائیکی بولی جاتی تھی البتہ اس وقت اس کو جاٹکی اور ملتانی کہا جاتا تھا۔ انگریزوں اور تالپوروں کی جنگ جو کہ 1843 میں حیدرآباد کے قریب میانی کے ایک مقام پر ہوئی اور اس جنگ میں انگریز غالب آ گئے اور انگریزوں نے اس جنگ میں تالپوروں کو شکست دیکر جب تخت حیدرآباد پر قبضہ کر کے اپنا جھنڈا لہرا دیا تو اس شکست کے کچھ وقت کے بعد مارچ 1843 میں تالپور حکمران میرپور خاص شیر سندھ، میر شیر محمد خان تالپور نے اپنے سپہ سالار ہوش محمد کی قیادت میں لڑنے کا فیصلہ کیا اور وہ مقابلے کیلئے حیدرآباد کے ایک قریبی مقام دوبی کے قریب پہنچے۔ مگر کمزوری کے سبب انگریزوں کا مقابلہ کرتے ہوئے یہ جنگ بھی ہار گئے۔ تالپور یہ جنگ ہار ہی نہیں گئے بلکہ اس کے نتیجے میں وہ پورا سندھ بھی ہار گئے۔ مگر تالپوروں کا سپہ سالار ہوش محمد شیدی تاریخ میں ہمیشہ کیلئے زندہ جاوید ہو کر امر ہو گیا۔[17]

تاریخ کے مطابق جب جنگ 23 مارچ کو شروع ہوئی تو انگریزی فوج کا پلڑا پہلے کی طرح بھاری تھا اور ان کا مورال بھی بلند تھا کیونکہ وہ تالپوروں کو اس سے پہلے بھی ایک جنگ میں شکست دے چکے تھے۔ اور اب بھی غالب آ رہے تھے تو یہ حالت دیکھ کر امیر لشکر ہوش محمد شیدی جس کو سب لوگ عرف عام میں ہوشو کہتے تھے، وہ دیوانہ وار پکارتے ہوئے بہت بہادری سے لڑنے لگا اس کی زبان سے مرویسوں مرویسوں پر سندھ نہ ڈیسوں کا پرجوش نعرہ لگایا جارہا تھا۔ اس جنگ کے دوران ہوشو اس قدر دیوانہ وار اور بہادری سے لڑ رہا تھا کہ اس کو دشمن کی کوئی پروانہ رہی تھی اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اس جنگ میں مرنے کے بعد بھی اپنے ہاتھوں سے بندوق نہیں چھوڑی تھی۔ اس کی بہادری کے بارے میں نا صرف اپنے لوگوں نے بلکہ انگریز فوج کے سپہ سالار، سر چارلس نیپئر نے بھی داد دی اور تعریف کیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے حکم دیا کہ ہوشو کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ دفنایا جائے۔ بہت سارے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ سندھیوں کی جنگ تھی تو سوال یہ ہے اگر یہ جنگ سندھیوں کی تھی اور سندھ میں انگریزوں کے خلاف ہو رہی تھی تو ہوشو نے جو نعرہ لگایا وہ نعرہ سرائیکی زبان میں ہی کیوں لگایا تھا؟ تو اس کا بہت ہی سادہ سا جواب ہے کہ تالپوروں کے اس زمانے میں اس خطے میں سرائیکی زبان مکمل طور پر بولی بھی جاتی تھی اور سمجھی بھی جاتی تھی۔ اسی طرح بہاول پور کی ریاست کے حکمرانوں کی یہ مادری زبان تھی اور ریاست بہاولپور نے سرائیکی زبان اور ادب کی ترویج میں کلیدی کردار ادا کیا۔ واضح رہے ریاست بہاولپور کی بنیاد امیر دائود خان نے رکھی مگر بعد میں نواب محمد صادق خان کو 1739 میں نادر شاہ نے امیر بہاولپور اور نواب کا خطاب دیا۔ نواب صادق خان کی وفات پر نواب بہاول خان امیر بنے تو پھر انہوں نے شہر بہاولپور کی بنیاد 1748 میں رکھی۔ ان کے دور میں سرائیکی زبان کو فروغ ملا اور اس کی سب سے بڑی وجہ نواب آف بہاولپور کی طرف سے سرائیکی زبان کی سرپرستی تھی۔[18]

حاصل بحث

مذکورہ بالا موضوع سرائیکی زبان کی ترویج میں مقامی خاندانوں کی حکومتوں کے کردار کی بحث کو سمیٹنے کے بعد اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قدیم سرائیکی زبان اپنا ارتقائی سفر طے کرتے ہوئے جب قدیم سندھی تہذیب کے دور سے گزر کر مسلمانوں کی سندھ میں آمد تک پہنچی تو اس کی شناخت میچور ہو چکی تھی۔ عربوں کے بعد جب مقامی حکمرانوں نے اقتدار سنبھالا تو انہوں نے اس کی ترویج میں کلیدی کردار ادا کیا ۔اس کی بنیادی وجہ ایک مشترکہ ثقافتی ہم آہنگی تھی۔ سندھ کا شمالی حصہ اور موجودہ خطہ سرائیکستان اس زبان کا سیاسی و سماجی حدود اربعہ شمار ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ سندھ سے اوچ اور پھر ملتان سے دیرہ جات تک اس زبان کی ترقی میں مقامی حکمران پیش پیش تھے جو اس کے ادبی ذخیرے کی نہ صرف حوصلہ افزائی کر رہے تھے بلکہ اس کے معاون و مربی بن کر اس کی خدمت کر رہے تھے۔ ان حکمرانوں میں عربوں کے بعد سندھ کے سومرہ حکمران ہوں یا ملتان سے قرامطی ہوں یا پھر کلہوڑے اور تالپور اور بہاولپور کے عباسی خاندان کے حکمران ہوں یا پھر ملتان کا لنگاہ خاندان اور سیت پور کے نہڑ ہوں ان سب مقامی حکمرانوں نے اس علاقائی زبان کی خدمت کر کے اس کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالا۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست، خواجہ غلام فرید، حافظ جمال اللہ ملتانی اور دیگر صوفی بزرگوں نے اپنے قلم کے ذریعے اس زبان کی آبیاری میں خوب حصہ ڈالا۔ یہی وہ وجوہات اور محرکات ہیں جن کے سبب جو اس زبان کی ترقی کیلئے ضروری تھے کیونکہ ان تمام لوگوں کی سرپرستی اور توجہ کے بغیر سرائیکی زبان کی ترقی تو درکنار اس کا اپنی شناخت کو قائم رکھنا بھی ناممکن تھا۔ اسی طرح ان حکمرانوں نے ذاتی توجہ کے ساتھ خطے میں موجود صوفیاء کی قدر و منزلت میں اضافہ کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی جس کی وجہ سے صوفیانہ ادب یعنی ملفوظات کے ذریعے بھی اس ادب کو فروغ حاصل ہوا۔ اور آج یہ زبان اپنا ایک خاص مقام متعین کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔

References

---

[1].Shokat Mughal, Paddoon Me Sraaiki Zuban k Shawahid,, Adbiat,, 1993, P.273.
[2]-Abdul Qadir, Tareekh Dera Ghazi Khan, Al-Mohsin Art Press, Dera Ghazi Khan, 1990, 2005, P.217.
[3]Abdul Majeed Sindhi, Memon, Sindhi Adab ki Tareekh, Sindh University, Haider abad, 1973, P.46.
[4]Richard B. , Sindh and the Races that Inhabited the Valley of the Indus, Sindhi Adbi Board, 1971, P.63.
[5]Sindhi Ghulam Haider, Pakistan ka Lasani Geograpiyah, Islam Abad, 2003, P.123-30.
[6] M. Akram Saeed, Saltanat-e-Delhi, Urdu Bazar, Lahore, 1999, P.100..
[7]- Dr. M. Khurshed, Kot Karor Elam-o-Adab Ka Gahwarah, (Article) , Punjab University, Lahore,,
[8] District Census Report 1981, Vol-I, Part-I
[9]Syed Latif, Early History of Multan, BZU, 2005,
[10]Syed Sulaiman Nadvi, Naqosh-e-Suaimani, Urdu Academy Sindh, Haider abad, P.34.
[11]Noor Muhammad, Tareekh Layyah , Layyah,, 1994 , P..144
12. Sajad Haider Pervaiz, Saraiki Zuban ki Tareekh, Islamabad, 2009, P.2.
[13]Munshi ChǀrinCheett, Tareekh D.I .Khan, Lahore, 1882, P.113.
[14]Collin Davvies, The Problem of NWFP, Lahore, 1976, P.41.
[15]C. Shackle, Saraiki The Central Language of Pakistan, London, 1976, P.1
[16]. Abdul Qadir Leghari,, P.178.

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

[17]Aijaz-ul-Haq Qadosi, Tareekh-e-Sindh,, [P] 232.,
[18]Javed Ahsan, Saraiki Saqafat, Dera Ghazi Khan, 1995, P.79.